فہم قرآن: تفاسیر کی روشنی میں

اخذ و ترتیب: خرم مراد

خبر اور تحقیق

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○ (الحجرات ۴۹ : ۶)

اے ایمان والو! اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر، تو تحقیق کر لو، کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے، پھر کل کو اپنے کیے پر لگو پچھتانے۔

(موضح الفرقان: شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر پشیمان ہو

(تفہیم القرآن: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

مواہب الرحمان: مولانا امیر علیؒ

ایمان لانے والو! اگر فاسق تمہارے پاس خبر لاوے تو اس کو صاف معلوم کر لو۔ تبیین میں بہ نسبت بیان کے بھی مبالغہ ہے۔ اور بیان بمعنی ظاہر ہونا و کھل جانا۔ پس تبیین خوب ظاہر ہونا اور خوب ظاہر جان لینا۔ اور فاسق نکرہ، ہے یعنی کوئی فاسق ہو۔ اور نباء بھی نکرہ، ہے یعنی کوئی خبر ہو، خواہ وہ امر دنیا سے متعلق ہو یا امر دین سے متعلق ہو۔ اس واسطے کہ اہلِ ایمان کے واسطے کوئی امرِ دنیاوی ایسا نہیں ہے جس کا انجام دین کی جانب راجع نہ ہو، کیونکہ دنیا سے وہ لوگ آخرت ہی کی کمائی چاہتے ہیں۔ پس اگر دنیاوی امور میں بغیر تفتیش کے فاسق کی بات مان لی جائے تو اس کا انجام

یہ ہے کہ دین میں خرابی پیدا ہو' لہٰذا ہر فاسق کی عام خبر سے احتراز کا حکم فرمایا' کہ اے اہلِ ایمان اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کسی قسم کی خبر لاوے تو اس کو تفتیش کرکے خوب صاف کرلو' کیونکہ اس کے قبول کرنے میں تمہارے دین و دنیا کا ضرر ہے بلکہ وہ تمہارے درمیان اس حیلہ سے فساد ڈالے گا۔

ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بغیر جانے مصیبت پہنچاؤ' تو آخر اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاؤ۔ مثلاً فاسق نے اپنے فسق کی وجہ سے اہلِ ایمان کے درمیان فساد ڈالنا چاہا۔ پس اس نے ایک مسلمان قوم کی طرف سے امام کو اور اس کی جماعت کو جھوٹی خبر پہنچائی' اور انہوں نے بغیر تحقیق کے اس قوم پر چڑھائی کی۔ اور فاسق نے اس قوم کو یہ خبر پہنچائی کہ خلیفہ و اس کی جماعت کے لوگ' یعنی سلطان وغیرہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو گرفتار کرکے تمہارا مال لے لیں۔ اور ان لوگوں نے بھی اس کی بات پر اعتماد کرلیا اور لڑنے پر آمادہ ہوئے' اور آپس میں کہا کہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ مومن اپنے نفس کو ذلیل نہیں کرتا تو ناانصافی کے طریقے میں کیوں ہم لوگ ناحق اپنے نفس کو ذلیل کریں' جبکہ ہمارا قصور نہیں ہے۔ رہا یہ خیال کہ جماعت کے مقابلہ میں ہم لوگ مارے جاویں گے تو ہم کو اس کا خوف نہ کرنا چاہیے 'کہ اچھے طریقے سے مرنا بہتر ہے' اور دنیا سے عاقبت بہتر ہے' اور حدیث سے ثابت ہے کہ جو کوئی اپنے مال و آبرو کے پیچھے مارا گیا وہ شہید ہے' تو ہم بھی کے شہادت کے واسطے تیار ہیں۔ آخر فاسق کی جھوٹی چنگاری سے ایک قوم کو مصیبت پہنچی اور امام و سلطان و جماعت نے بھی نادانی سے ان کو شہید کیا۔ پھر جب حقیقتِ حال کھلی تو اپنے بھائیوں کے قتل پر غمناک و شرمندہ ہوئے۔ اور یہ سب اسی وجہ سے پیش آیا کہ فاسق کی خبر کو بغیر تفتیش کے مان لیا گیا تھا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں قرآن مجید نازل فرمایا' بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بطور مثال کے ایک واقعہ بھی جاری فرمایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ فاسق کی خبر سے کس قدر اہتمام کے ساتھ پرہیز رکھنا واجب ہے' اور بداحتیاطی کرنے میں کہاں تک بھائیوں و عزیزوں کے جان و مال کا خوف ہوتا ہے۔ . . .

اللہ تعالیٰ نے فاسق کی بات سننے سے یا بدوں تفتیش کے اس کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ وہ فسق کرنے میں شیطان کا متبع ہے' تو ایسا نہ ہو کہ شیطان اس کے ذریعہ مسلمانوں میں فساد پھیلادے۔

اور فساد کے وجوہ ہوتے ہیں' جن میں سب سے زیادہ سخت وہ وجہ ہے جو دین کے پیرایہ میں ہو۔ یعنی مثلاً فاسق نے دین میں کوئی بدعت نکالی' اور اس کو بہتر سمجھا' اور جب اہلِ حق نے اس

کو روکا تو اس نے اہلِ حق کو دین سے مخالف سمجھ کر قابل قتل قرار دیا۔ جیسے خوارج و معتزلہ وغیرہ ہیں۔

اور ابتداء میں بغاوت اسی وجہ سے پھیل گئی۔ اور اس کا شروع ہونا بہت ہی باریک اجتہاد سے ہوا' کیونکہ حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا' کہ آنحضرتؐ نے . . . حضرت علیؓ کے حق میں دعا فرمائی کہ الٰہی' جدھر یہ پھرے تو حق ہی کے ساتھ ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ ہر ایک قتال میں حق انہیں کے ساتھ تھا۔ لیکن دوسری جانب اہلِ جمل و اہلِ صفین بھی باریک اجتہاد میں خطا کھاتے تھے۔ کیونکہ اگر ظاہر اجتہاد ہوتا تو آنحضرتؐ کی دعا کی بھی چنداں ضرورت نہ ہوتی۔ کیونکہ جو امرِ حق کہ بالکل ظاہر ہے اس سے پھرنا سب پر ظاہر ہوجاتا ہے۔ حالانکہ ان لڑائیوں میں جو لوگ کہ حضرت علیؓ کے مقابل تھے وہ خود بھی مشوش تھے' اور ایک جماعت کثیر صحابہؓ میں سے دونوں کی جانب سے مشوش تھے۔

آنحضرت نے بطور معجزہ فرقہ خارجی کی خبر بیان فرمائی . . . . کہ اس فرقہ کو مومنوں سے وہ فرقہ قتل کرے گا جو اولیٰ بالحق ہے۔ لفظ اولیٰ بالحق سے صریح اشارہ ہے کہ اجتہاد ایسا دقیق ہوگا کہ دونوں جانب حق کا احتمال ہوگا' اگرچہ ایک جانب اولیٰ ہے۔ . . بالجملہ بغاوت کی ابتدا ایسی وجہ سے ہوئی جو نہایت دقیق تھی۔

بیان القرآن: مولانا اشرف علی تھانویؒ

اے ایمان والو (جس طرح ولید بن عقبہ کی خبر پر' باوجودیکہ ولید محکوم علیہ بالفسق نہیں' رسول اللہ علیہ وسلم نے عمل کرنے میں جلدی نہیں کی' بلکہ اس کی تحقیق فرمائی' جس سے ایک حکم شرعی ثابت ہوگیا کہ بدون تحقیق کے ایسی خبر پر عمل نہ کرنا چاہیے' اور اوپر تم کو معلوم ہوچکا ہے کہ حکم شرعی سے سبقت کرنا منہی عنہ ہے' بس لا محالہ اس حکم شرعی سے بھی سبقت منہی عنہ ہوگی۔

اور جب غیر محکوم علیہ بالفسق میں یہ حکم ہے' تو فاسق کے باب میں تو بدرجہ اولیٰ اس لیے ہم تم کو اہتمام کے لیے مکرر حکم دیتے ہیں کہ)' اگر کوئی شریر آدمی تمہار پاس کوئی خبر لاوے' (جس میں کسی کی شکایت ہو)' تو (بدوں تحقیق کے اس پر عمل مت کیا کرو' بلکہ اگر عمل کرنا ہو تو) خوب تحقیق کرلیا کرو' کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو' پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔ مطلب یہ کہ جیسا اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے ایسا ہی تم کو کرنا

چاہیے‘ کہ اس کے خلاف وہی تقدیم بین یدی اللہ ورسولہ ہے جس کی ممانعت ہوچکی ہے۔ پس یا ایھا الذین امنوا میں مخاطب عام مومنین ہیں‘ اور فاسق سے مراد عام فاسقین ہیں‘ اور فاسق کا ذکر افادہ مبالغہ فی الحکم کے لیے ہے یہ نہیں کہ جس قصہ میں اس کا نزول ہوا ہے اس کو فاسق کہا گیا ہو۔ پس اس آیت سے نہ ولید کا فاسق ہونا لازم آیا اور نہ اس کا شبہ رہا کہ یہ موہم ہے کہ آپ نے بے تحقیق کچھ کارروائی کرنا چاہا ہوگا۔ وجۂ دفعِ شبہہ ظاہر ہے کہ آپؐ اس میں مخاطب نہیں بلکہ عام مومنین کو حکم ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کرو‘ اور اس خبر سے مراد مطلق خبر نہیں ہے بلکہ جس پر عمل کرنے سے کسی کا ضرر لازم آتا ہو۔ بقرینہ ان تصیبوا الخ ۔ تو اس محتمل الفسق و مقطوع الفسق دونوں کی خبر غیر مقبول ہے۔ پس اس مقام پر مطلقاً خبر واحد کے مقبول یا غیر مقبول ہونے کی تفصیل سے بحث کرنا امرِ زائد ہے۔ اسی طرح صحابہؓ کے عدول وغیر عدول ہونے کی بحث کرنا امرِ زائد ہے۔ کیونکہ ولید کا فاسق ہونا آیت سے لازم ہی نہیں آتا بلکہ نہ حدیث سے۔ اس لیے کہ ممکن ہے کہ ولید کو خود گمان میں غلطی ہوئی ہو۔

اور فَتَبَیَّنُوٓا سے یہ مقصود نہیں کہ ضرور اس خبر کی تحقیق کی جاوے۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر ہم کسی شخص کی برائی سن کر بالکل التفات نہ کریں‘ جائز ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو تجسس حرام ہے۔ بلکہ مقصود اس سے نہی ہے عمل بلا تحقیق سے‘ جیسا کہ تقریر ترجمہ میں ظاہر کر دیا ہے۔

اور یہ مسئلہ مستقل ہے کہ تحقیق کہاں واجب ہے‘ کہاں جائز ہے‘ کہاں ممنوع ہے۔ سو اس میں قولِ مجمل یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجبِ شرعی فوت ہوتا ہو وہاں واجب ہے۔ مثلاً سلطان کسی کے ارتداد کی خبر سنے تو چونکہ ارتداد کی صورت میں اس پر واجب ہے کہ اس کو توبہ کرادے ورنہ قتل کرے اس لیے تحقیق واجب ہوگی۔ یا سلطان نے سنا کہ فلاح شخص فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو چونکہ بوجہ سلطان ہونے کے حفاظت رعایا کی اس کے ذمہ واجب ہے اس لیے اس کی تحقیق اور انتظام واجب ہے۔ اور جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب فوت نہیں ہوتا اور تحقیق کرنے سے اس مبلغ عنہ کا بھی کوئی ضرر نہیں ہوتا تو وہاں تحقیق جائز ہے۔ جیسے یہ سنا کہ فلاں شخص مجھ کو مارے گا۔ اور اگر تحقیق کرنے سے اپنی کوئی دفعِ مضرت نہیں‘ اور اس دوسرے کو ناگواری ہے‘ تو تحقیق حرام ہے۔ جیسے کسی نے سنا کہ فلاں شخص خفیہ شراب پیتا ہے۔ تو تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی ضرر نہیں اور تحقیق کرنے سے وہ فضیحت ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لیا جاوے۔

معارف القرآن: مفتی محمد شفیعؒ

اس آیت کے نزول کا واقعہ ابنِ کثیر نے بحوالہ مسند احمد یہ نقل کیا ہے کہ قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس حارث بن ضرار بن ابی ضرار، جن کی صاحبزادی حضرت جویریہؓ بنت حارث امہات المومنین میں سے ہیں، یہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ میں نے اسلام کو قبول کیا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا اقرار کیا، اور عرض کیا کہ اب میں اپنی قوم میں جا کر ان کو بھی اسلام اور ادائے زکوٰۃ کی طرف دعوت دوں گا۔ جو لوگ میری بات مان لیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے، میں ان کی زکوٰۃ جمع کرلوں گا۔ اور آپؐ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ تک اپنا کوئی قاصد میرے پاس بھیج دیں تاکہ جو رقم زکوٰۃ کی میرے پاس جمع ہوجائے اس کو سپرد کردوں۔ پھر جب حارث نے حسب وعدہ ایمان لانے والوں کی زکوٰۃ جمع کرلی، اور وہ مہینہ اور تاریخ جو قاصد بھیجنے کے لیے طے ہوئی تھی گزر گئی، اور آپؐ کا کوئی قاصد نہ پہنچا تو حارث کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کسی بات پر ناراض ہیں، ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ آپؐ وعدے کے مطابق اپنا آدمی نہ بھیجتے۔ حارث نے اس خطرہ کا ذکر اسلام قبول کرنے والوں کے سرداروں سے کیا اور ارادہ کیا کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجاویں۔ ادھر واقعہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ تاریخ پر ولید بن عقبہؓ کو اپنا قاصد بنا کر زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیج دیا تھا، مگر ولید بن عقبہ کو راستہ میں یہ خیال آیا کہ اس قبیلہ کے لوگوں سے میری پرانی دشمنی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے قتل کرڈالیں۔ اس خوف کے سبب وہ راستہ ہی سے واپس ہوگئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر یہ کہا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا، اور میرے قتل کا ارادہ کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا، اور حضرت خالدؓ بن ولید کی سرکردگی میں ایک دستہ مجاہدین کا روانہ کیا۔ ادھر یہ دستہ مجاہدین کا روانہ ہوا، ادھر سے حارث مع اپنے ساتھیوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے نکلے۔ مدینہ کے قریب دونوں کی ملاقات ہوئی۔ حارث نے ان لوگوں سے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ حارث نے سبب پوچھا تو ان کو واقعہ ولید بن عقبہ کے بھیجنے کا اور ان کی واپسی کا بتلایا گیا، اور یہ کہ ولید بن عقبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بیان دیا ہے کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ دینے

سے انکار کردیا' اور میرے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حارث نے یہ سن کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسولِ برحق بنا کر بھیجا ہے' میں نے ولید بن عقبہ کو دیکھا تک نہیں' اور نہ وہ میرے پاس آئے۔ اس کے بعد حارث جب رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا' اور میرے قاصد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جارث نے کہا کہ ہرگز نہیں' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغام حق دیکر بھیجا ہے' نہ وہ میرے پاس آئے نہ میں نے ان کو دیکھا۔ پھر جب مقررہ وقت پر آپؐ کا قاصد نہ پہنچا تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور ہوا جس پر حضورؐ ناراض ہوئے اس لیے میں حاضر خدمت ہوا۔ حارثؓ فرماتے ہیں کہ اس پر سورۂ حجرات کی آیت نازل ہوئی (ابن کثیر)

اور بعض روایات میں ہے کہ ولید بن عقبہ حسب الحکم نبی المصطلق میں پہنچے۔ اس قبیلہ کے لوگوں کو چونکہ یہ معلوم تھا کہ اس تاریخ پر حضورؐ کا قاصد آوے گا۔ یہ تعظیما" بستی سے باہر نکلے کہ ان کا استقبال کریں۔ ولید بن عقبہ کو شبہ ہوگیا کہ یہ شاید پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آئے ہیں۔ یہیں سے واپس ہوگئے' اور جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گمان کے مطابق یہ عرض کردیا کہ وہ لوگ زکوٰۃ دینے کے لیے تیار نہیں' بلکہ میرے قتل کے درپے ہوئے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو بھیجا' اور یہ ہدایت فرمائی کہ خوب تحقیق کرلیں' اس کے بعد کوئی اقدام کریں۔ خالدؓ بن ولید نے بستی سے باہر رات کو پہنچ کر قیام کیا' اور تحقیق حال کے لیے چند آدمی بطور جاسوس کے خفیہ بھیج دیے۔ ان لوگوں نے آکر خبر دی کہ یہ سب لوگ اسلام و ایمان پر قائم' نماز و زکوٰۃ کے پابند ہیں' اور کوئی بات خلاف اسلام نہیں پائی گئی۔ خالدؓ بن ولید نے واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ بتلایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (یہ ابن کثیر کی متعدد روایات کا خلاصہ ہے)

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی شریر فاسق آدمی اگر کسی شخص یا قوم کی شکایت کرے ان پر کوئی الزام لگائے تو اسکی خبر یا شہادت پر بغیر مکمل تحقیق کے عمل کرنا جائز نہیں۔

آیت سے متعلقہ احکام و مسائل

امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی فاسق کی خبر کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک دوسرے ذرائع سے تحقیق کرکے اس کا صدق ثابت نہ ہو جائے' کیونکہ اس آیت میں ایک قرات تو فتثبتوا کی ہے' جس کے معنی ہیں کہ اس پر عمل کرنے اور اقدام میں جلدی نہ کرو' بلکہ ثابت قدم رہو' جب تک دوسرے

ذرائع سے اس کا صدق ثابت نہ ہو جائے۔ اور جب فاسق کی خبر کو قبول کرنا جائز نہ ہوا' تو شہادت کو قبول کرنا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا' کیونکہ ہر شہادت ایک خبر ہوتی ہے جو حلف و قسم کے ساتھ موکد کی جاتی ہے۔ اسی لیے جمہور علماء کے نزدیک فاسق کی خبر یا شہادت شرعاً" مقبول نہیں۔ البتہ بعض معاملات اور حالات میں فاسق کی خبر اور شہادت کو بھی قبول کرلیا جاتا ہے۔ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ آیتِ قرآن میں اس حکم کی ایک خاص علت منصوص ہے' یعنی ان تصیبوا قوما بجهالته۔ تو جن معاملات میں یہ علت موجود نہیں' وہ آیت کے حکم میں داخل نہیں یا مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً یہ کہ کوئی فاسق بلکہ کافر بھی کوئی چیز لائے اور یہ کہے کہ فلاں شخص نے یہ آپ کو ہدیہ بھیجا ہے تو اس کی خبر پر عمل جائز ہے۔ اس کی مزید تفصیل کتبِ فقہ معین الحکام وغیرہ میں ہے۔

ایک اہم سوال و جواب متعلقہ عدالتِ صحابہ

اس آیت کا ولید بن عقبہؓ کے متعلق نازل ہونا صحیح روایات سے ثابت ہے' اور آیت میں ان کو فاسق کہا گیا ہے۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ میں کوئی فاسق بھی ہوسکتا ہے۔ اور یہ اس مسلمہ اور متفق علیہ ضابطہ کیخلاف ہے کہ الصحابته کلهم عدول' یعنی صحابہ کرام سب کے سب ثقہ ہیں' ان کی کسی خبر و شہادت پر کوئی گرفت نہیں کی جاسکتی۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں فرمایا کہ اس معاملے میں حق بات وہ ہے جس کی طرف جمہور علماء گئے ہیں کہ صحابہ کرام معصوم نہیں' ان سے گناہ کبیرہ بھی سرزد ہوسکتا ہے جو فسق ہے۔ اور اس گناہ کے وقت ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جس کے وہ مستحق ہیں' یعنی شرعی سزا جاری کی جائے گی' اور اگر کذب ثابت ہوا تو ان کی خبر و شہادت رد کردی جائے گی۔

لیکن عقیدہ اہل سنت والجماعت کا نصوص قرآن و سنت کی بنا پر یہ ہے کہ صحابی سے گناہ تو ہوسکتا ہے' مگر کوئی صحابی ایسا نہیں جو گناہ سے توبہ کرکے پاک نہ ہوگیا ہو۔ قرآن کریم نے علی الاطلاق ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا فیصلہ صادر فرما دیا ہے۔ رضی اللہ عنهم ورضوا عنه (اللایتہ)' اور رضائے الٰہی گناہوں کی معافی کے بغیر نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قاضی ابو یعلیٰ نے فرمایا کہ رضا اللہ تعالیٰ کی ایک صفتِ قدیمہ ہے' وہ اپنی رضا کا اعلان صرف انہی کے لیے فرماتے ہیں جن کے متعلق وہ جانتے ہیں کہ ان کی وفات موجبات رضا پر ہوگی۔ (کذا فی الصارم المسلول لابن تیمیہ)

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی عظیم الشان جماعت میں سے گنے چنے چند آدمیوں سے کبھی کوئی گناہ سرزد بھی ہوا ہے تو ان کو فوراً توبہ نصیب ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے ایسا بنا دیا تھا کہ شریعت ان کی طبیعت بن گئی تھی۔ خلافِ شرع کوئی کام یا گناہ سرزد ہونا انتہائی شاذ و نادر تھا۔ ان کے اعمالِ صالحہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر اپنی جانیں قربان کرنا' اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو وظیفہ زندگی بنانا' اور اس کے لیے ایسے مجاہدات کرنا جن کی نظیر پچھلی امتوں میں نہیں ملتی۔ ان بے شمار اعمالِ صالحہ اور فضائل و کمالات کے مقابلے میں عمر بھر میں کسی گناہ کا سرزد ہوجانا اس کو خود ہی کالعدم کردیتا ہے۔

دوسرے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت اور ادنیٰ سے گناہ کے وقت ان کا خوف و خشیت اور فوراً توبہ کرنا' بلکہ اپنے آپ کو سزا کے لیے خود پیش کردینا' کہیں اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دینا وغیرہ' روایاتِ حدیث میں معروف و مشہور ہیں' اور بحکمِ حدیث گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے کہ جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔

تیسرے' حسبِ ارشادِ قرآن' اعمالِ صالحہ اور حسنات خود بھی گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں۔ ان الحسنات یذھبن السیئات۔ خصوصاً جبکہ ان کے حسنات عام لوگوں کی طرح نہیں' بلکہ ان کا حال وہ ہے جو ابوداؤد و ترمذی نے حضرت سعیدؓ بن زید سے نقل کیا ہے کہ ' **واللہ لمشھد رجل منھم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغبر فیہ وجھہ خیر من عمل احدکم ولو عمر عمر نوح**' یعنی خدا کی قسم ان میں سے کسی شخص کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں ان کے چہرہ پر غبار پڑ گیا ہو' تمہاری عمر بھر کی طاعت و عبادت سے افضل ہے' اگرچہ اس کو عمر نوح علیہ السلام دیدی گئی ہو۔

اس لیے ان سے صدورِ گناہ کے وقت اگرچہ سزا وغیرہ میں معاملہ وہی کیا گیا جو اس جرم کے لیے مقرر تھا مگر اس کے باوجود بعد میں کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی کو فاسق قرار دے۔ اس لیے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی صحابی سے کوئی گناہ موجبِ فسق سرزد بھی ہو' اور اس وقت ان کو فاسق کہا بھی گیا' تو اس سے یہ جائز نہیں ہوجاتا کہ اس فسق کو ان کے لیے مستمر سمجھ کر معاذ اللہ فاسق کہا جائے۔ (کذا فی الروح)

اور آیتِ مذکورہ میں تو قطعاً" یہ ضروری نہیں کہ ولید بن عقبہ کو فاسق کہا گیا ہو۔ سببِ نزول خواہ ان کا معاملہ ہی سہی' مگر لفظ فاسق ان کے لیے استعمال کیا گیا یہ ضرور نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے تو ولید بن عقبہ سے کوئی ایسا کام ہوا نہ تھا جس کے سبب ان کو فاسق کہا جائے۔ اور اس واقعہ میں بھی جو انہوں نے بنی المصطلق کے لوگوں کی طرف ایک بات غلط منسوب

کی وہ بھی اپنے خیال کے مطابق صحیح سمجھ کر کی' اگرچہ واقع میں غلط تھی۔ اس لیے آیتِ مذکورہ کا مطلب بے تکلف وہ بن سکتا ہے جو خلاصۂ تفسیر میں اوپر گزرا ہے کہ اس آیت نے قاعدہ کلیہ فاسق کی خبر کے نامقبول ہونے کے متعلق بیان کیا ہے' اور واقعہ مذکورہ پر اس آیت کے نزول سے اس کی مزید تاکید اس طرح ہوگئی کہ ولید بن عقبہ اگرچہ فاسق نہ تھے مگر ان کی خبر قرائنِ قویہ کے اعتبار سے ناقابلِ قبول نظر آئی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ان کی خبر پر کسی اقدام سے گریز کر کے خالدؓ بن ولید کو تحقیقات پر مامور فرمادیا۔ تو جب ایک ثقہ اور صالح آدمی کی خبر میں، قرائن کی بنا پر شبہ ہوجانے کا معاملہ یہ ہے کہ اس پر قبل از تحقیق عمل نہیں کیا گیا' تو فاسق کی خبر کو قبول نہ کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا اور زیادہ واضح ہے۔

تدبرِ قرآن : مولانا امین احسن اصلاحی

یہ مرکز (یعنی مدینہ) کے مسلمانوں کو اس طرح کے لوگوں کی طرف سے ایک سیاسی خطرہ سے آگاہ فرمایا گیا ہے۔ اوپر ہم اشارہ کرچکے ہیں کہ یہ اطرافِ مدینہ کے بدوی قبائل کے بعض سرداروں کا رویہ بیان ہوا ہے۔ ان کے اندر تربیت سے محرومی کے باعث جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا صحیح شعور مفقود تھا' اسی طرح اسلامی اخوت کے صحیح احساس سے بھی یہ لوگ ابھی ناآشنا تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کے اندر جو رقابتیں اور رنجشیں آپس میں تھیں ان کے اثرات ہنوز باقی تھے۔ یہ لوگ مدینہ آتے تو ان میں سے بعض اپنے حریفوں کے خلاف غلط سلط اطلاعات دے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدگمان کرنے کی کوشش کرتے' اور صحابہؓ میں سے بھی' جن پر ان کا اثر کارگر ہوتا' ان کو اپنے حق میں ہموار کرتے' تاکہ مدینہ کی مرکزی طاقت کو اپنے حریفوں کے خلاف اپنے حق میں استعمال کرسکیں۔ یہ صورتِ حال ایک نازک صورتِ حال تھی۔ مدینہ کی حکومت اوّل تو ابھی اچھی طرح مستحکم نہیں ہوئی تھی۔ ثانیاً اس قسم کی بے بنیاد افواہ انگیزیوں کی بنا پر اس کا کوئی اقدام خاص طور پر مسلمانوں کے کسی گروہ کے خلاف' عدل اور اجتماعی مصلحت دونوں کے خلاف ہوتا۔ یہ صورتِ حال مقتضی ہوئی کہ مرکز کے مسلمانوں کو یہ ہدایت کردی جائے کہ وہ اس طرح کے اہم معاملات میں فیصلہ کلیتہ" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صواب دید پر چھوڑیں' غیر ثقہ لوگوں کی روایات پر اعتماد کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رائے سے متاثر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ چنانچہ ان کو ہدایت ہوئی کہ اگر کوئی فاسق شخص کسی اہم بات کی خبر دے تو نفسِ واقعہ کی اچھی طرح تحقیق کیے بغیر اس کی بات پر اعتماد کر کے کوئی

اقدام نہ کر بیٹھو، مبادا کہ تم جوش و جذبہ سے مغلوب ہو کر کسی بے گناہ گروہ کے خلاف اقدام کر گزرو جس پر تمہیں بعد میں پچھتانا پڑے۔

فاسق سے مراد شریعت کے حدود و قیود سے بے پروا لوگ ہیں۔ لفظ "نباء" کی تحقیق اس کے محل میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس سے مراد کوئی اہم خبر ہوتی ہے، جس کو باور کر لینے یا اس پر عمل کرنے سے دور رس نتائج کے پیدا ہونے کا امکان ہو۔ اس طرح کی اہم خبر اگر کوئی ایسا شخص دے جو دینی و اخلاقی اعتبار سے ناقابل اعتبار ہو تو عقل اور اخلاق دونوں کا تقاضا یہی ہے کہ اس کی بات اس وقت تک باور نہ کی جائے جب تک خبر اور مخبر دونوں کی اچھی طرح تحقیق نہ کر لی جائے۔ ہو سکتا ہے کہ خبر دینے والے نے فاسد محرکات کے تحت خبر دی ہو۔ اور خبر یا تو بالکل جھوٹی ہو۔ یا کسی بدنیتی سے اس میں ایسی کمی بیشی کر دی گئی ہو کہ سننے والوں کے جذبات میں اس سے جوش و اشتعال پیدا ہوا۔ لفظ جہالت ' یہاں جوش و ہیجان کے معنی میں ہے۔

...

آیت کی شان نزول کو درایت کی کسوٹی پر جانچیے تو معلوم ہوگا کہ اس کی کوئی کَل بھی سیدھی نہیں ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں فاسق کی روایت پر اعتماد کرنے سے روکا گیا ہے جب کہ ولیدؓ کے متعلق اس واقعے سے پہلے کوئی بات بھی ایسی لوگوں کے سامنے نہیں آئی تھی جس سے معلوم ہو سکتا کہ نعوذ باللہ وہ فاسق ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ ان کے فسق کی کوئی شہادت موجود نہیں تھی بلکہ ان کی ثقاہت و عدالت کا یہ مرتبہ تھا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تحصیلِ زکوٰۃ کے ذمہ دارانہ منصب پر مامور فرمایا۔ اگر ان کے اندر اس قسم کا کوئی کھوٹ ہوتا تو حضورؐ ان کو اس اہم خدمت کے لیے کس طرح منتخب فرماتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس شانِ نزول کو باور کر لیجیے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ "نعوذ باللہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ سے اتنے ناواقف تھے کہ ایسے لوگوں کو ذمہ دارانہ مناصب پر مامور فرما دیتے تھے جو اپنی دروغ بافی سے حکومت اور رعایا دونوں کو خطرے میں ڈال دیں۔ اس قسم کے بے بصیرتی ایک عام معقول آدمی سے بھی بعید از قیاس ہے چہ جائے کہ اس کا صدور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر ولیدؓ استقبال کرنے والی پارٹی کو جنگجو پارٹی سمجھ کر اس سے ڈر کے واپس آگئے تھے اور اپنا تاثر انہوں نے حضورؐ کے سامنے یہ بیان کیا کہ بنی مصطلق نے زکوٰۃ ادا

کرنے سے انکار کردیا ہے تو ان کی یہ بات سادہ لوحی اور کمزوری تو قرار دی جاسکتی ہے لیکن ازروئے شریعت اس کو فسق نہیں کہا جاسکتا۔ پھر تو اس مضمون کی آیت اترنی تھی کہ مسلمانو' تم اپنے ذمہ دارانہ عہدے ایسے سادہ لوحوں کے سپرد نہ کیا کرو جو استقبال کرنے والوں اور لڑنے والوں کے درمیان امتیاز کرنے سے بھی قاصر ہوں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ولیدؓ اتنے سادہ لوح ہوتے تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایسی اہم مالی اور سیاسی ذمہ داری سپرد کردیتے؟ کیا کسی شخص کے اندر سادہ لوحی کوئی ناگہانی طور پر پیدا ہو جانے والی چیز ہے جو لوگوں سے مخفی رہے' یہاں تک کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا اندازہ نہ ہوسکے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ یہی ولیدؓ ہیں جن کو سیدنا عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں کوفہ کا گورنر بنایا۔ غور کیجیے کہ کیا حضرت عثمان غنیؓ اس بات سے واقف نہیں تھے کہ یہ شخص ازروئے نصِ قرآن فاسق قرار پاچکا ہے اور گورنری تو درکنار اسلامی قانون کی رو سے یہ کسی روایت یا شہادت کا بھی اہل نہیں ہے؟ اگر ناواقف تھے تو یہ مانیے کہ حضرت عثمانؓ جیسے خلیفہء راشد' جن کو جامع قرآن ہونے کا بھی شرف حاصل ہے "نعوذ باللہ" قرآن کا اتنا علم بھی نہیں رکھتے تھے جتنا علم شانِ نزول کی روایتیں کرنے والے ان راویوں کو تھا۔

میں نے اس شانِ نزول کے صرف چند پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے' ورنہ اضطراب اس کے ہر پہلو میں ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تادیبی دستہ روانہ کردیا تھا' بعض میں ہے کہ روانہ کرنے کا فیصلہ فرمالیا تھا اور بنی مصطلق کو الٹی میٹم دے دیا تھا کہ اگر تم لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو میں تمہاری سرکوبی کے لیے ایسے شخص کو بھیجوں گا جو **عندی کنفسی** (جو میرے نزدیک میری اپنی ذات کی طرح ہے) ساتھ ہی حضرت علیؓ کے شانے پر تھپتھپاتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی کہ اس مہم کو یہ سر کریں گے۔ بعض روایات میں اس کے برخلاف یہ ہے کہ اس مہم پر آپؐ نے حضرت خالدؓ کو بھیجا۔ غرض جتنے منہ ہیں اتنی ہی باتیں ہیں' حالانکہ **لویطیعکم فی کثیرمن الامر** ' سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح کی کوئی بات آئی بھی تو آپؐ نے ٹال دی اور لوگوں کو تنبیہہ کردی گئی کہ وہ پیغمبرؐ کو اپنی رایوں سے متاثر کرنے کی کوشش نہ کریں۔

میرے نزدیک یہ شانِ نزول روافض کی "ایجادات" میں سے ہے جس سے انہوں نے صرف ولیدؓ ہی کو بدنام کرنا نہیں چاہا ہے بلکہ حضرت عثمانؓ کو بھی مطعون کرنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے یہ جانتے بوجھتے کہ یہ شخص فاسق ہے محض از راہِ کنبہ پروری اس کو کوفہ کا گورنر بنا

دیا۔ پھر کوفہ کی گورنری کے دوران میں ان ظالموں نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا بلکہ ان کے فسق کے ایسے واقعات کی روایت کی ہے جن کو سن کر ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی۔ ہنسی ان ظالموں کی ذہانت پر آتی ہے اور رونا اپنے مفسرین کی سادگی پر کہ اس قسم کی بے سروپا روایتیں تفسیر کی کتابوں میں نقل کر دیتے ہیں' حالانکہ آیت کے الفاظ اور اس کے سیاق و سباق سے ان کو کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔

تفہیم القرآن : مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ... تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ اس قصے کو امام احمد' ابن ابی حاتم' طبرانی اور ابن جریر نے حضرات عبداللہ بن عباس' حارث بن ضرار' مجاہد' قتادہ' عبدالرحمان بن ابی لیلی' یزید بن رومان' ضحاک اور مقاتل بن حیان سے نقل کیا ہے۔ حضرت ام سلمہ کی روایت میں یہ پورا قصہ بیان تو اسی طرح ہوا ہے مگر اس میں ولید کے نام کی تصریح نہیں ہے۔

اس نازک موقع پر جبکہ ایک بے بنیاد خبر پر اعتماد کر لینے کی وجہ سے ایک عظیم غلطی ہوتے ہوتے رہ گئی' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اصولی ہدایت دی کہ جب کوئی اہمیت رکھنے والی خبر' جس پر کوئی بڑا نتیجہ مترتب ہوتا ہو' تمہیں ملے تو اس کو قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ خبر لانے والا کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ کوئی فاسق شخص ہو' یعنی جس کا ظاہر حال یہ بتا رہا ہو کہ اس کی بات اعتماد کے لائق نہیں ہے' تو اس کی دی ہوئی خبر پر عمل کرنے سے پہلے تحقیق کر لو کہ امرِ واقعہ کیا ہے۔

اس حکمِ ربانی سے ایک اہم شرعی قاعدہ نکلتا ہے جس کا دائرہ اطلاق بہت وسیع ہے۔ اس کی رو سے مسلمانوں کی حکومت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شخص یا گروہ یا قوم کے خلاف کوئی کارروائی ایسے مخبروں کی دی ہوئی خبروں کی بنا پر کر ڈالے جن کی سیرت بھروسے کے لائق نہ ہو۔ اسی قاعدے کی بنا پر محدثین نے علمِ حدیث میں جرح و تعدیل کا فن ایجاد کیا تاکہ ان لوگوں کے حالات کی تحقیق کریں جن کے ذریعہ سے بعد کی نسلوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچی تھیں' اور فقہاء نے قانونِ شہادت میں یہ اصول قائم کیا کہ کسی ایسے معاملہ میں جس سے کوئی شرعی حکم ثابت ہوتا ہو' یا کسی انسان پر کوئی حق عائد ہوتا ہو' فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ البتہ اس امر پر اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ عام دنیوی معاملات میں ہر خبر کی تحقیق اور خبر لانے

والے کے لائقِ اعتماد ہونے کا اطمینان کرنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ آیت میں لفظ نباء استعمال ہوا جس کا اطلاق ہر خبر پر نہیں ہوتا بلکہ اہمیت رکھنے والی خبر پر ہوتا ہے۔ اسی لیے فقہا کہتے ہیں کہ عام معاملات میں یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ کسی کے ہاں جاتے ہیں اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ اندر سے کوئی آکر کہتا ہے کہ آجاؤ۔ آپ اس کے کہنے پر اندر جاسکتے ہیں قطع نظر اس سے کہ صاحبِ خانہ کی طرف سے اِذن کی اطلاع دینے والا فاسق ہو یا صالح۔ اسی طرح اہلِ علم کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جن لوگوں کا فسق جھوٹ اور بدکرداری کی نوعیت کا نہ ہو' بلکہ فسادِ عقیدہ کی بنا پر وہ فاسق قرار پاتے ہوں' ان کی شہادت بھی قبول کی جاسکتی ہے اور روایت بھی۔ محض ان کے عقیدے کی خرابی ان کی شہادت یا روایت قبول کرنے میں مانع نہیں ہے۔

بقیہ: قرآن کی بعض صفات

اور سورہ انعام میں فرمایا:

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ○ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ (۶: ۱۱۵ - ۱۱۶)

کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور حکم ڈھونڈوں درآنحالیکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف کتاب اتاری مفصل اور جن کو ہم نے کتاب عطا کی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے حق کے ساتھ تو تم شک میں پڑنے والوں میں سے نہ ہو جیو۔ اور تمہارے رب کی بات پوری ہوئی' ٹھیک عدل کے ساتھ' کوئی نہیں جو ان باتوں کو بدل سکے۔ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہاں گفتگو حلال و حرام کے اس ضابطے کی ہو رہی ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے اور جس کے خلاف مخالفین خوب پروپیگنڈہ کر رہے تھے اور مومنین میں سے بعض اس سے متاثر ہو رہے تھے۔ فرمایا:

خدا کا قانون سچائی اور عدل و انصاف کے لحاظ سے مکمل ہے۔ اس کے سوا حلال و حرام کا قانون بنانے کا کسی کو اختیار نہیں۔ بس تم لوگ بغیر کسی کھٹک کے خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کھاؤ اور شک اور اضطراب میں نہ پڑو۔